الجزائر کا بحران ۔ واقعات' امکانات(۱۳)

سائمن قریشی

الجزائر کا بحران ایک مشکل اور پیچیدہ ایجنڈے کا حامل وہ موضوع ہے' جس میں اقتصادی اور سلامتی کے روایتی مسائل میں ثقافتی' مذہبی اور نسلی موضوعات گڈ مڈ ملتے ہیں۔ سرد جنگ کے بعد کا دور عدم استحکام کی جن خصوصیات سے متصف ہے' الجزائر کا بحران اس کی ایک روایتی مثال ہے۔ تاہم اس کی جڑیں ماضی کی طویل تاریخ میں پیوستہ ہیں۔ استعماری دور سے پہلے کے ماضی کے ساتھ الجزائر کے عوام کا واحد تعلق اسلام ہے اور آزادی کے بعد نیشنل لبریشن فرنٹ کے ساتھ ان کا واحد تعلق جنگ اور تشدد کا ہے۔ شخصیت پرستی اور سوشلزم کی یادوں نے ۱۹۶۰ء کی ابتدائی دہائی تک ایک قومی تصور کو قائم رکھنے میں مدد دی۔ جیسے ہی یہ یادیں کمزور پڑیں' نوجوان الجزائریوں کی ایک نئی نسل نے' جسے استعماریت سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا' سابق مثالی راہنماؤں کے خلاف بغاوت کردی۔ ان کی نظر میں انہی راہنماؤں کی اخلاق باختہ اور ظالمانہ یک جماعتی حکومت تھی' جو ۱۹۷۳ء میں تیل کی آمدنی میں ڈرامائی اور غیر متوقع اضافے کے بعد بڑھی ہوئی معاشی توقعات کو پورا کرنے میں ناکام رہی۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں صدر حواری بومدین کی وفات کے بعد ان کی جگہ بائیں بازو کی بے وقعت اشرافیہ لے سکی نہ کم اہل لیکن طاقتور فوج اور نہ منقسم اور بدنام پارٹی ہی ابتدائی انقلابی قیادت کے خلا کو پر کر سکی۔ عوام کی بے چینی اور غصے کے منظم اخراج میں اسلام کا کردار بنیادی رہا۔ ایک مقابل معاشرے کی سطح پر اور بطور ایک سیاسی پارٹی کے تھا اور جسے نومبر ۱۹۸۸ء میں الجیرز کے فسادات کے بعد صدر شاذلی بن جدید کی سیاسی اصلاحات کے نتیجے میں سامنے آنے کا موقع ملا۔ چنانچہ جون ۱۹۹۰ء اور پھر دسمبر ۱۹۹۰ء میں بالترتیب میونسپل اور پارلیمانی انتخابات میں عوام نے اسلامک سالویشن فرنٹ (ایف آئی ایس) کو بدنام نیشنل لبریشن فرنٹ (یف ایل این) کی جگہ متبادل کے طور پر منتخب کر لیا۔

جنوری ۱۹۹۲ء میں قومی انتخابات کی تنسیخ کے بعد سے الجزائر کا بحران جاری ہے۔ قتل و غارت اور اختلافات کی شدت کے باعث مستقبل قریب میں کسی ایسی مفاہمت کا امکان معدوم ہے' جس کے ذریعے صدر لیمان زیرول کی جگہ ایف آئی ایس کی زیر قیادت حکومت قائم ہو سکے۔ جبکہ زیرول ۱۹۹۷ء کے وسط یا آخر میں نئے مقامی اور قومی انتخابات کا پروگرام بنا رہے ہیں' لگتا ہے کہ ایف آئی ایس جبری جلاوطنی اور حکومت کے خلاف جنگ کے عرصے میں زیادہ تر حمایت کھو چکی ہے۔ وہ اب اس قابل نہیں ہے کہ تنہا یا دیگر جماعتوں کے ساتھ مل کر جو اپنے سیاسی مستقبل کی قیمت پر اس کی بحالی میں مدد

دینے کی کم ہی خواہشمند ہیں' ۱۹۹۱ء کے اواخر کی انتخابی کارکردگی کو دہرا سکے۔

ایف آئی ایس اور جنگجو مسلح اسلامی گروپ (.G.I.A) کے درمیان اختلافات کھل کر سامنے آ گئے ہیں' جو تشدد اور خانہ جنگی کے اندر خانہ جنگی کی غیر معمولی صورت حال ہے۔ ایف آئی ایس کے راہنماؤں' جنہوں نے ۱۹۹۴ء میں جی آئی اے کے ساتھ اشتراک کیا اور تمام اسلامی گروپوں پر زور دیا کہ وہ اپنے گروپوں کو اس میں مدغم کر لیں' کو ان کے نئے اتحادیوں کی طرف سے عجلت میں قتل کر دیا گیا۔ جس کے بعد جی آئی اے کے راہنما جمیل زتیونی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس سے ایف آئی ایس کی رہی سہی قیادت میں تقسیم کا عمل مزید بڑھا۔ ایف آئی ایس جی آئی اے کی بڑھتی زیادتیوں کے ہاتھوں تلخ اور حکومت کی طرف سے مذاکرات سے انکار پر پریشان ہے۔ مزید برآں غیر ملکی حکومتیں ایف آئی ایس کو اب اہمیت دینے کو تیار نہیں' جو اس کے راہنماؤں کے بیرون ملک بیانات اور اندرون ملک اس کے اتحادیوں کے اقدامات پر کہیں زیادہ حساس ہیں۔

دریں اثنا جی آئی اے کے تیزی سے بکھرتے ڈھانچے میں جیسی بھی مرکزی قیادت موجود ہے' وہ زیادہ متشدد اور تقریباً" لاوجودیت کی حد تک بلاامتیاز ہو چکی ہے۔ جی آئی اے کے گوریلا راہنماؤں میں سیاسی اور نفسیاتی تفاوت بالخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ فیلڈ یونٹ کمانڈروں کی اوسط عمر ۱۹ سال سے کم ہے اور اپنے یونٹ کا چارج سنبھالنے کے بعد سے ان کی متوقع زندگی ۶ سے ۹ ماہ ہے۔ وہ رکاوٹوں کی کم ہی پرواہ کرتے ہیں نہ ہی انہیں مذاکرات کے ذریعے حل میں کوئی دلچسپی ہے۔ جیسے جیسے جی آئی اے ہوشمند قیادت اور جدید ہتھیاروں تک رسائی کھو رہی ہے' اس سے پہلے جن اہداف کو نظرانداز کیا جاتا تھا' ان پر حملے بھی اب معمول کا حصہ بن رہے ہیں۔ بالخصوص ریاست کے لیے بڑی اہمیت کے حامل جیسے تیل اور گیس کی پائپ لائن اور تنصیبات میں اور جنگجوؤں کے لیے بہت زیادہ علامتی اہمیت کے حامل' جیسے یورپی اور امریکی شہری اور اثاثے ہیں۔ توقع کے مطابق یہ کنفیوژن تشدد کو مزید ہوا دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں قومی مشاورت' بلکہ اس کے لیے حقیقی وعدے کے اظہار کے امکانات کو پیچیدہ بناتا ہے۔

ایف آئی ایس کی عوامی اپیل جبکہ کمزور ہو چکی ہے اور جی آئی اے کی پہچان حدود سے متجاوز تشدد کے ساتھ منتھی ہو چکی ہے' خلا کو پر کرنے کے لیے ایک اور اسلامی جماعت حماس سامنے آئی ہے۔ حماس نے نومبر ۱۹۹۳ء کے صدارتی انتخابات میں حصہ لیا اور ۲۵ فیصد ووٹ حاصل کیے۔ حکومت میں چھوٹی موٹی آسامیاں قبول کیں۔ ستمبر ۱۹۹۶ء میں حکومت کے زیر اہتمام قومی یکجہتی کی کانفرنس میں شرکت کی۔ یوں یہ جماعت جو اسلامی ہونے کے ساتھ جمہوری اور عدم تشدد کی حامل ہے' ویسی ہی متبادل بن کر ابھری ہے' جیسے کہ ایک دہائی قبل ایف آئی ایس بیشتر الجزائری عوام کی نظروں میں تھی۔

اس طرح نومبر ۱۹۹۵ء کے بعد سے صدر لیمان زیرول نے آئینی اصلاحات کے موضوع پر جو جزوی مکالمہ شروع کیا ہے' امکانی حد تک وہ قابل عمل ہے۔

مجوزہ اصلاحات سے ایک قبول عام سیاسی نظام کی طرف راہنمائی مل سکتی ہے۔ یہ نظام واضح طور پر سیکولر نوعیت کا ہو گا اور وہ انتظامیہ کے اختیارات اور سیاسی جماعتوں کے اثر و نفوذ پر قدغن ہو گا۔ زیرول اور اس کے اتحادی اپنی نوعیت کے جس تشدد پر عمل پیرا ہیں اور جسے بعض لوگ "اداراتی آمریت" کہتے ہیں' کے باعث عوام میں عمومی بے اطمینانی موجود ہے۔ تاہم بے روز گاری کم نہ کر سکنے کے باوجود ۱۹۹۶ء میں معیشت میں نمایاں بہتری ہوئی اور ۱۹۹۷ء میں اس میں ٹھوس بڑھوتری' افراط زر میں کمی' ایک چھوٹے اضافی بجٹ' تجارتی بیلنس اور امریکہ اور دیگر مغربی ملکوں کی طرف سے نئی سرمایہ کاری کے امکانات روشن ہیں۔

امید کی ان کرنوں کا مطلب یہ نہیں کہ الجزائر کا بحران ختم ہو چکا ہے اور نہ اس کا مطلب اس بات کی ضمانت ہے کہ بدترین حالات کا دور گزر چکا ہے۔ اگرچہ نومبر ۱۹۹۵ء میں صدر زیرول کی انتخابی کامیابی منصفانہ اور قابل یقین تھی' انہیں ووٹ ملنے کا مطلب یہ نہیں کہ حکومت کی ملک میں امن و امان بحال کرنے کی اہلیت پر عوام کا اس سے زیادہ اعتماد بحال ہوا ہے' جتنا کہ ۱۹۹۱ء کا نتیجہ ایف آئی ایس کے جمہوری کوائف کے حق میں اعتماد کا ووٹ تھا۔ ۱۹۶۱ء کے انتخابات میں غیر مطمئن ووٹروں کی اکثریت نے اپنے اس عزم کا مظاہرہ کیا تھا کہ وہ حالات سدھار نہ سکنے پر برسراقتدار جماعت کو نکال باہر بھی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ۱۹۹۵ء کا صدارتی انتخاب گذشتہ ۵ سالوں کے تشدد کے خلاف غصے کا جرات مندانہ اظہار تھا۔

دونوں صورتوں میں ووٹر ایک نئے دور کا آغاز چاہتے تھے۔ پہلی صورت میں مقتدر ٹولے کو اقتدار سے نکلنے پر مجبور کرنا اور دوسری جگہ مذہب کو سیاست سے باہر رکھنا۔ اس وجہ سے نہیں کہ الجزائریوں کی اکثریت نے یہ دریافت کر لیا ہے کہ وہ اسلام کے بغیر زیادہ بہتر ہیں' بلکہ اس وجہ سے کہ انہیں احساس ہو گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کس قدر خراب صورت حال سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ۱۹۹۱ء کا ووٹ اس قسم کے تصادم کے لیے نہیں تھا' جو اس کے بعد شروع ہوا' جبکہ ۱۹۹۵ء کا ووٹ مصالحت کے لیے تھا' جس کا ابھی انتظار ہے۔

حالیہ "اچھی" خبر محض ایک مختصر عرصے کا وقفہ ہے۔ گذشتہ ۵ سال سے الجزائر عدم استحکام کا شکار ہے۔ مستقبل کے پردے میں کیا نہاں ہے' غیر واضح ہے۔ تاہم زیادہ تر یورپ اور امریکہ' جو محض اپنے مفاد اور اتحادی وابستگی کی خاطر الجزائر پر نظر رکھتے ہیں' کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ ایک ایسے وقت جبکہ فرانس اور دیگر سرکردہ یورپی ممالک کمزور دکھائی دیتے ہیں اور امریکہ کا عالمی سطح پر کردار مبہم ہے'

سوال یہ ہے کہ مغرب کے احتسابی کردار کو کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے (باقی کے مضمون میں مصنف نے الجزائر کے ساتھ فرانس کے تاریخی تعلق کا تذکرہ کیا ہے موجودہ بحران میں اس کے کردار کی تفصیل بیان کی ہے اور حالات کو مغربی تناظر کے اندر رکھنے کے لیے فرانس اور یورپی یونین کے دیگر ممالک کو مختلف مشورے فراہم کیے ہیں)

(سائمن سرفیٹی اولڈ ڈو مینین یونیورسٹی نارفولک ورجینیا میں بین الاقوامی مطالعہ کے گریجویٹ پروگرام میں بین الاقوامی سیاست کے پروفیسر ہیں۔ وہ واشنگٹن ڈی سی حبی و بین الاقوامی مطالعہ کے مرکز میں یورپی مطالعہ کے ڈائریکٹر ہیں۔ مزید برآں وہ ماورائے اوقیانوس اور یورپی ممالک کے مابین تعلقات اور خارجہ پالیسی کے موضوعات پر متعدد کتابوں کے مصنف ہیں)

(تلخیص، سجاول خان رانجھا)